

علم قراءات اور دیگر دینی علوم کا باہمی تعلق

MUTUAL CORRELATION BETWEEN QIRAAT AND VARIOUS DISCIPLINES OF ISLAM

Qismatullah Khan

Research scholar, Department of Usooluddin, University of Karachi.

Muhammad Ishaq

Department of Usooluddin, University of Karachi.

Nosheen Bano

Research scholar, Department of Usooluddin, University of Karachi.

ABSTRACT

It is clear from the fact that Allah has revealed the Quran in seven letters. And there are many things hidden in it. These are important to make Quranic readiness easier for people who read, and translate translation of Quranic words, in the contemporary interpretation of the meaning of Wafa'am and Ahmah Mussel, to smooth the path of extravagance and ease for the Umrah period. There are many such sciences that stand on the basis of different types of trees. These verses are explaining the meaningful meaning of Quranic interpretation in the Qur'aan, based on the verses of the Qur'aan, a faqha is a knowledge of a profession in the verses of the Quran, that is, in fact, the interpretation of Salaf is mentioned in the verses, On the basis of them, the Koran receives discrimination and Ejaz, which is mentioned in Koran in case of Kaafir's challenge.

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا۔

"And if you suspect that this book which we ascend to our servant, it is not ours, so make one Surah like it, call our new ones, except for Allah Take the help you want, if you are truthful then do this work, but you did not do this and could never believe."

In relation to knowledge, other scholars and scholars (interpretation, jurisprudence, problems, beliefs, knowledge, knowledge and virtue of Muslim tradition) will be cleared.

KEYWORDS: Quran in seven letters, interpretation, translation of Quranic words.

کلیدی الفاظ: قرآن کی سات قراستیں، تشریح، قرآنی الفاظ کا ترجمہ، قرائت سبجہ، تدوین قرآن

یہ بات تو اتر سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو سات حروف میں نازل فرمایا ہے اور اس میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ جن میں سے قرآن کریم کو پڑھنے والوں کے لئے آسانی بہم پہنچانا اور قرآنی الفاظ کے ترجمہ و تفسیر، معنی و مفہوم اور احکام و مسائل کے اخذ و استنباط میں امت مرحومہ کے لئے وسعت اور آسانی کی راہیں ہموار کرنا خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سارے

ایسے علوم ہیں جو متنوع قراءت کی بنیاد پر تن آور درخت کی سی حیثیت سے کھڑے ہیں۔ یہی قراءت قرآنیہ تفسیر قرآن میں مجمل معنی کی وضاحت کر رہی ہوتی ہیں، انہیں قراءت کی بنیاد پر استنباط احکام میں ایک فقیہ کو رائج مسلک کا علم ہوتا ہے۔ یہی قراءات عقیدہ سلف کی توضیح اور نکھار میں ممد و معاون ثابت ہو رہی ہوتی ہیں، انہیں کی بنیاد پر قرآن کریم کو وہ امتیاز اور اعجاز ملتا ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں کفار کو چیلنج کی صورت میں کیا گیا۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا (1)

”اور اگر تمہیں اس امر میں شک ہے کہ یہ کتاب جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے، یہ ہماری نہیں، تو اس کی مانند ایک ہی سورت بنا لاؤ، اپنے سارے ہم نواؤں کو بلاؤ، ایک اللہ کو چھوڑ کر باقی جس جس کی چاہو مدد لے لو، اگر تم سچے ہو تو یہ کام کر کے دکھاؤ، لیکن تم نے ایسا نہ کیا اور یقیناً کبھی نہیں کر سکتے۔“

زیر نظر مقالے میں علم قراءات اور دیگر علوم شرعیہ (تفسیر، فقہ، مسائل عقیدہ، علم نحو، علم بلاغت اور علم رسم عثمانی) کا باہمی تعلق واضح کیا جائے گا۔

علم قراءات اور تفسیر قرآن

قرآن حکیم کی تفسیر کے سلسلہ میں قراءات کو ایک اہم ماخذ کی حیثیت حاصل ہے، خاص طور پر متواتر قراءات کو نظر انداز کرنا قرآن کے ایک حصہ کو نظر انداز کرنے کے مترادف ہے۔ نیز دو متواتر قراءتیں دو آیتوں کی طرح ہیں، ان میں سے کسی ایک قراءت کا انکار قرآن کی آیت کا انکار ہے۔

دو قراءتیں مثل دو آیتیں

جب کسی کلمہ قرآنی میں دو متواتر قراءتیں ہوں تو مفسرین و فقہاء کے نزدیک وہ دو آیات کی طرح ہیں۔ ان کی تفسیر اسی طرح کی جائے گی جس طرح ایک مسئلہ میں واردہ دو آیات کی تفسیر کی جاتی ہے۔ چنانچہ احکام القرآن للجصاص میں ہے:

وهاتان القراءتان قد نزل بهما القرآن جميعا ونقلتها الأمة تلقيا من رسول الله ﷺ (2)

”اور یہ دونوں قراءتیں ایسی ہیں کہ قرآن ان دونوں کے ساتھ نازل ہوا ہے اور امت نے ان کو رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا ہے۔“

اس اصول کے بارے میں امام جصاص (م ۷۰۳ھ) لکھتے ہیں:

وأيضا فإن القراءتين كالآيتين، في إحداها الغسل وفي الأخرى المسح لاحتمالهما للمعنيين فلو وردت آيتان إحداها توجب الغسل والأخرى المسح لما جاز ترك الغسل إلى المسح (3)

”اور دو قراءتیں دو آیتوں کی طرح ہیں، ان میں سے ایک میں دھونے کا معنی ہے دوسری میں مسح کا معنی ہے، کیونکہ یہ دونوں معانی کا احتمال رکھتی ہیں۔ چنانچہ اگر بالفرض دو آیتیں نازل ہو جاتیں، ایک کا موجب دھونا ہو تا اور دوسری کا مسح ہوتا، تو بھی دھونے کو مسح کے

مقابلہ میں ترک کرنا جائز نہ ہوتا ہے۔“

اقسام قراءات باعتبار تفسیری اثرات

تفسیری اعتبار سے قراءات کی دو قسمیں ہیں:

- ۱۔ وہ قراءتیں جن سے تفسیر پر کوئی واضح اثر نہیں ہوتا، قرآن میں زیادہ قراءتیں اسی قسم سے تعلق رکھتی ہیں۔
- ۲۔ دوسری قسم وہ جن کا تفسیر پر کچھ نہ کچھ اثر واقع ہوتا ہے۔ یعنی ان میں بعض قراءتیں اس نوعیت کی ہیں کہ ان میں تفسیری معنی مزید وضاحت اور توسیع پیدا ہوتی ہے یا کوئی اشکال یا بہام دور ہو جاتا ہے لیکن بہر حال ان کا محمل اور مصداق ایک ہی ہوتا ہے، جبکہ بعض قراءتیں ایسی ہیں کہ ایک قراءت کا مفہوم و مصداق دوسری قراءت سے بالکل مختلف ہوتا ہے، لہذا دونوں قراءتوں سے دو مختلف احکام ثابت ہوتے ہیں یا ایک ہی حکم کی دو ممکنہ صورتیں آجاتی ہیں۔

قریب المعنی قراءتیں اور ان کی تفسیر

وہ قراءات جن کا معنی ایک حد تک تو مختلف ہے، لیکن ان دونوں قراءتوں کا مصداق اور محل ایک ہی ہے، قرآن مجید میں اس طرح کی قراءتیں کثیر تعداد میں پائی جاتی ہیں۔

نمبر (۱) فَيُضَعِّفُ / فَيُضَاعِفُ

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَعِّفْ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً⁽⁴⁾

اختلاف قراءات

اس آیت میں کلمہ "فَيُضَعِّفُ" میں چار قراءتیں ہیں:

- ۱۔ فَيُضَعِّفُ۔ امام ابن کثیرؒ، ابو جعفرؒ، ۲۔ فَيُضَعِّفُ۔ امام ابن عامرؒ، امام یعقوبؒ، ۳۔ فَيُضَاعِفُ۔ امام عاصمؒ، ۴۔ فَيُضَاعِفُ۔ امام نافعؒ، ابو عمرو بصریؒ، حمزہ، کسائی، ۵۔ یہ کلمہ سورہ حدید میں بھی واقع ہوا ہے۔

توجیہ قراءات

امام قیسی (م ۴۳۳ھ) تشدید والی قراءت کے بارے میں لکھتے ہیں:

وَجِئَ مِنْ شَدِّدٍ وَحَذَفِ الْأَلْفِ أَنَّهُ حَمَلَهُ عَلَى الْكَثِيرِ لَا تَفْعَلْتُ (مشدد العين) بابه تكتثير الفعل

”جن قراء نے تفعیل سے پڑھا ہے تو ان کے نزدیک یہ فعل کثرت پر دال ہے؛ اس لئے کہ تفعیل کی خاصیت تکتثیر فعل ہے۔“

اور تخفیف والی قراءت یعنی مفاعله والی قراءت کے بارے میں لکھتے ہیں:

أَنَّ ضَاعَفْتُ أَكْثَرَ مِنْ ضَعَفْتُ؛ لِأَنَّ ضَعَفْتُ مَعْنَاهُ مَرَّتَانِ، وَحُكِيَ أَنَّ الْعَرَبَ يَقُولُ: ضَعَفْتُ دِرْهَمَكَ أَيْ جَعَلْتَهُ دِرْهَمَيْنِ، وَتَقُولُ ضَاعَفْتُ أَيْ جَعَلْتَهُ أَكْثَرَ مِنْ دِرْهَمَيْنِ⁽⁶⁾

”صیغہ مفاعلہ، صیغہ تفعیل سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے کہ تفعیل والے صیغہ کا معنی ہے: دو مرتبہ، جیسا کہ عرب کہتے ہیں: ضَعُفْتُ درحمتک میں نے تیرے درہم کو دو گنا کر دیا۔ اور جب ضاعفہ کہتے ہیں، تو معنی ہے میں نے تیرے درہم کو دو گنا سے بھی زیادہ کر دیا۔“
معنی قراءات

امام ابن الجوزی (م ۵۹۷ھ) زاد المسیر میں لکھتے ہیں:

معنی ضاعف وضعف واحد، والمضاعفة الزيادة على الشيء حتى يصير مثلين أو أكثر⁽⁷⁾

”ضاعف اور ضَعُف کا معنی ایک ہی ہے، اور مضاعفہ کسی چیز پر زیادتی اور اتنے اضافہ کا نام ہے، جس سے وہ دو گنی یا زیادہ ہو جائے تفسیر مظہری میں ہے: ”اور تشدید اس میں تکثیر کے لیے ہے۔ اور مفاعلہ مبالغہ کے لیے ہے۔“⁽⁸⁾

خلاصہ یہ کہ ان دونوں قراءتوں کو سامنے رکھ کر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وہ شخص جو اللہ کے لیے اس قرض والے کام کو اخلاص نیت کے ساتھ کرتا ہے اس کا اجر اور بدلہ کسی اعتبار سے بھی کم نہیں ہوگا۔ اس میں کثرت بھی دو اعتبار سے ہوگی اور اس میں برکت بھی ہوگی گویا یہ دونوں قراءتیں معنی کے اندر مزید وسعت پیدا کر رہی ہیں۔

نمبر (۲) وَلَا تُسَلُّ وَلَا تُسَلُّ

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَا تُسَلُّ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ⁽⁹⁾

مختلف قراءات

اس آیت میں کلمہ "ولا تسئل" میں دو قراءتیں ہیں:

۱۔ وَلَا تُسَلُّ۔ امام نواف، اور یعقوب، ۲۔ وَلَا تُسَلُّ۔ باقی سب قراء۔⁽¹⁰⁾

توجیہ قراءات

امام ابن خالویہ (م ۷۰۷ھ) المحیط میں لکھتے ہیں:

فالحجة لمن رفع أنه أخبر بذلك وجعل لا نافية بمعنى ليس، ودليله قراءة عبد الله وأبي ولن تسأل۔ والحجة لمن جزم أنه جعله نهيًا⁽¹¹⁾

”جنہوں نے مرفوع سے پڑھا ہے، ان کی قراءت کی توجیہ یہ ہے کہ یہ اس بات کی خبر ہے، اور لا نافیہ لیس کے معنی میں ہے۔ اور اس کی دلیل عبد اللہ بن مسعود اور ابی بن کعب کی قراءت ”وَلَنْ تُسَأَلَ“ ہے۔“⁽¹²⁾
البتہ جنہوں نے جزم سے پڑھا ہے ان کے نزدیک یہ نہی کا صیغہ ہے۔

معنی قراءات

تفسیر مظہری میں ہے: جمہور کی قراءت کے موافق وَلَا تُسَلُّ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ کے یہ معنی ہوں گے:

”اے محمد ﷺ آپ سے اس کی پوچھ گچھ نہ ہوگی کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہ لائے۔ آپ کے ذمہ تو صرف پہنچا دینا ہے اور نافع کی قراءت پر سوال سے منع کرنا شدت عذاب سے کنایہ ہوگا۔ جیسے کہا کرتے ہیں: اس کا حال مت پوچھ یعنی وہ بہت تکلیف میں ہے۔“ (13)

مولانا اشرف علی تھانویؒ صیغہ نہی والی قراءت کے بارے میں لکھتے ہیں:

قرأ نافع ولا تسئل علی صیغۃ النہی إیذاناً بکمال شدۃ عقوبۃ الکفار وتہویلاً لها (14)

”نافع نے صیغہ نہی سے پڑھا ہے، تاکہ کفار کے عذاب کی شدت کی طرف اشارہ ہو جائے۔“

اسی طرح امام قرطبیؒ (م ۶۷۱ھ) نفی والی قراءت کا معنی بیان کرتے ہیں:

والمعنی إنا أرسلنک بالحق بشیراً ونذیراً غیر مَسْئُولٍ عَنْهُمْ (15)

”اور معنی یہ ہے کہ بیشک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، اس حال میں کہ ان کے بارے میں آپ سے کوئی سوال نہ ہوگا۔“

اور نہی والی قراءت کے بارے میں لکھتے ہیں:

وفیہ وجہان: أحدهما أنه نہی عن السؤال عن عصی وکفر من الأحياء؛ لأنه قد يتغير حاله فينتقل عن الکفر إلى الإیمان وعن المعصية إلى الطاعة، والثانی وهو الأظهر أنه نہی عن السؤال عن مآث علی کفره ومعصيته۔

”اس میں دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ یہ حکم زندوں میں سے گناہ گار اور کفار کے بارے میں سوال سے روکنے کے لئے ہو، کیونکہ ان کا حال کفر سے ایمان کی طرف، اور گناہ سے اطاعت کی طرف تبدیل بھی ہو سکتا ہے۔ اور دوسرا جو کہ زیادہ ظاہر ہے، کہ یہ حکم کفر اور معصیت پر مرنے والے لوگوں کے بارے میں سوال سے روکنے کے لئے ہو۔“

خلاصہ یہ ہوا کہ نفی والی قراءت سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اصحاب جہنم کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے کوئی سوال نہیں ہوگا کہ وہ کیوں ایمان نہیں لائے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ کی ذمہ داری صرف پہنچا دینا تھی اور نہی والی قراءت سے یہ معنی سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ان لوگوں کے بارے میں سوال کرنے سے منع فرما دیا ہے، جن کے بارے میں جہنم کا فیصلہ ہو چکا ہے اور اس معنی کی تائید ایک دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے:

إِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ، ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (16)

”اے نبی ﷺ آپ ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں، اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ بھی استغفار کریں گے، تو بھی اللہ ان کو معاف نہیں فرمائے گا: اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے، اور اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں عطا فرماتا۔“

گویا اس آیت میں دو قراءتوں کی وجہ سے دو پہلوؤں سے سوال کرنے سے روکنا ثابت ہو گیا۔ یعنی نہ تو نبی کریم ﷺ سے جہنم والوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا، اور نہ ہی آپ ﷺ ان کے بارے میں کوئی سوال کریں گے اس لئے کہ ان کی مغفرت کا کوئی

امکان نہیں ہے اور اگر یہ سوال زندہ لوگوں کے بارے میں ہو تو ان کا حال تبدیل بھی ہو سکتا ہے۔

مختلف المعنی قراءات اور ان کی تفسیر

(هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ / هَلْ تَسْتَطِيعُ رَبُّكَ)

إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يَعْيسَى ابْنُ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ / هَلْ تَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنْزِلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ (17)

”جب حواریوں نے کہا کہ اے عیسیٰ بن مریم کیا آپ کا رب مان لے گا کہ وہ ہم پر آسمان سے ایک دسترخوان نازل کر دے، تو حضرت عیسیٰ نے کہا اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔“

اختلاف قراءات

اس آیت میں دو قراءتیں ہیں:

۱۔ (هَلْ تَسْتَطِيعُ رَبُّكَ) امام کسائی کی قراءت ہے، ۲۔ (هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ) باقی سب قراء۔ (18)

توجیہ و معنی قراءات

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس جگہ استطاعت سے مراد حکمت و ارادہ کا تقاضا ہو سکتا ہے۔ قدرت رکھنے کا مفہوم وارد نہیں ہے۔ اللہ کی قدرت میں تو حواریوں کو شک نہیں تھا، مگر وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ اللہ کی حکمت و ارادہ بھی ایسا ہو سکتا ہے یا نہیں، کہ آسمانوں سے خوان نازل فرمادے۔ بعض علماء نے کہا کہ کلام کا وہی مطلب ہے جو ظاہری الفاظ سے معلوم ہو رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتدائی ایمان تھا، اس وقت تک ان کے دلوں میں معرفت کا استحکام نہیں ہوا تھا کیونکہ جاہلیت اور کفر کا زنا نامہ ماضی قریب ہی میں ختم ہوا تھا۔ اور امام کسائی کی قراءت میں "هَلْ تَسْتَطِيعُ رَبُّكَ" آیا ہے۔ یہ عیسیٰ کو خطاب ہے اور (ربک) مفعول ہے یعنی اے عیسیٰ کیا آپ اپنے رب سے یہ درخواست کر دیں گے؟ اور آپ کے لئے یہ دعا کرنے میں کوئی رکاوٹ تو نہیں ہے؟ اور کیا آپ کا رب آپ کی یہ درخواست قبول کرے گا؟ جیسا کہ تفسیر مظہری میں ہے:

”استطاعت کا معنی (یہاں) اطاعت ہے، مان لینا یعنی درخواست کے مطابق کر دینا۔“ (19)

حضرت علیؓ، عائشہؓ، عبد اللہ بن عباسؓ کی بھی یہی قراءت ہے، اس قراءت کو اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عائشہؓ نے فرمایا حواری اللہ (کے رتبہ) سے خوب واقف تھے۔ اسی لئے حضرت عیسیٰؑ نے ان کے قول کو بڑی گستاخی قرار دیتے ہوئے فرمایا:

إِنَّكُمُ اللَّهُ إِنْ كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ (20) ”یعنی اگر مومن ہو تو اللہ سے ڈرو (اللہ کی قدرت میں شک نہ کرو)۔“

حضرت تھانویؒ اس کا معنی لکھتے ہیں:

بل تستطيع أن تسأل ربك (21) ”کیا آپ اپنے رب سے سوال کر سکتے ہیں۔“

اس آیت میں ان دو قراءتوں کی بناء پر ایک ہی آیت سے حواریوں کے سوال کے دو پہلو سامنے آتے ہیں:

۱۔ یہ کہ وہ یہ سوال کرنا چاہتے تھے کہ کیا حضرت عیسیٰؑ کا رب آسمان سے کوئی ماندہ نازل کرے گا یا نہیں کرے گا۔ یعنی وہ اپنے قول: "آ مَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ" کی بناء پر مومن تو تھے، لیکن ابھی ان کو ایمان کے اندر وہ رسوخ حاصل نہیں ہوا تھا لہذا وہ یہ سوال کر بیٹھے۔ جیسا کہ علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں:

"یعنی حل یستطیع" والی قراءت ان کے دعویٰ ایمان کے خلاف تھی، اس وجہ سے حضرت عیسیٰؑ نے ان کو تنبیہ فرمائی اور کہا اللہ سے ڈرو۔ لیکن دوسری قراءت یعنی "هل تستطيع ربك" یہ ان کے دعویٰ ایمان باللہ کے خلاف تو بظاہر نہیں ہے، لیکن اس سے یہ شبہ ضرور پیدا ہوتا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کے اللہ سے تعلق کو نہیں پہچان سکے تھے۔ گویا ان کو حضرت عیسیٰؑ کی درخواست کی قبولیت پر شک تھا، جس پر حضرت عیسیٰؑ نے ان کو تنبیہ فرمائی۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان دونوں قراءتوں سے حواریوں کے سوال کے دونوں پہلوؤں کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ (22)

تینمین وتوضیح قراءات

یعنی ایک بات کسی ایک قراءت میں مبہم ہوتی ہے تو دوسری قراءت میں اس کی وضاحت ہو جاتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

وَأَنَّ كَانَ رَجُلٌ يُؤْرَثُ كَلَالَةً أَوْ امْرَأَةً وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الشُّدُسُ (23)

آیت مذکورہ میں لفظ "أَخٌ" اور "أُخْتٌ" میں ابہام ہے کہ وراثت کی تقسیم میں ذکر کیا گیا حصہ کس بھائی اور بہن کا ہے؟ حقیقی (سگے) بھائی اور بہن مراد ہیں، علاقائی (جو باپ کی طرف سے ہوں) یا خنیانی (جو ماں کی طرف سے ہوں) تو دوسری قراءت میں اس کی وضاحت یوں موجود ہے:

وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ مِّنْ أُمِّ (24) "جو خنیانی بہن بھائی ہوں، ان کا وراثت میں یہ حصہ ہے۔"

نصوص کا ظاہری تعارض اور علم قراءات

وہ مسائل جن میں بظاہر نصوص میں باہمی تعارض نظر آ رہا ہوتا ہے اور رفع تعارض کے لئے تطبیق کی کوئی صورت نکالنا ہوتی ہے، وہاں بھی قراءت ممد و معاون ثابت ہوتی ہیں، مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ (25)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب پکارا جائے نماز کے لئے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔"

مذکورہ بالا آیت میں ذکر ہے کہ جب تمہیں جمعہ کے لئے ندا دی جائے تو اللہ کے ذکر کے لئے دوڑو، جبکہ دوسری طرف صحیح مسلم کی روایت میں ہے:

أَنَّ أَبَا حَرِيرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَأْتَوْهَا تَسْعُونَ وَأَنْتُمْ تَمْشُونَ، عَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ فَمَا أَدْرَكُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَانَكُمْ فَامُّوا (26)

”حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ جب نماز کھڑی ہو جائے تو تم دوڑ کر اس کی طرف نہ آؤ بلکہ چلتے ہوئے آؤ، تم پر اطمینان لازم ہے۔ جو پا لو پڑھ لو اور جو رہ جائے اُسے مکمل کر لو۔“

اب بظاہر دو نصوص کے درمیان تعارض کی کیفیت نظر آرہی ہے۔ آیت قرآنی کے مطابق نماز جمعہ کے لئے دوڑ کے آنا چاہئے جبکہ حدیث نبویؐ نماز کے لئے دوڑ کر آنے سے منع کر رہی ہے، اب اگر دیگر قراءات کو سامنے رکھا جائے تو یہ ظاہری تعارض باسانی دور ہو رہا ہے، مثلاً ایک دوسری قراءت میں لفظ "فاسعوا" جس کے معنی دوڑنے کے ہیں، کی جگہ لفظ "فانصوا" ہے جو اطمینان اور سکون سے چل کر آنے کا معنی دیتا ہے، گویا دوسری قراءت نے اس ظاہری تعارض کو یوں رفع کیا کہ حدیث نبویؐ کا مفہوم اپنی جگہ ٹھیک ہے اور آیت قرآنی میں لفظ "فانصوا" کا مفہوم جمعہ کے لئے انتہائی کوشش اور جستجو سے آنے کا ہے، جو دوسری قراءت کو سامنے رکھتے ہوئے اخذ کیا گیا۔

مختلف فقہی احکام کا استنباط اور علم قراءات

قرآن مجید کو فقہ اسلامی میں اصل الاصول اور ماخذ اول کی حیثیت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے ہر دور میں قرآن کی متعدد قراءات پڑھنے، علم قراءات سیکھنے اور بوقت ضرورت قراء کی طرف رجوع کرنے کا بہت اہتمام فرمایا ہے تاکہ قراءات متواترہ اور غیر متواترہ کے درمیان فرق کرنے کے ساتھ ساتھ ان قراءات سے شرعی احکام پر استدلال اور مختلف قراءات پر مرتب ہونے والے فقہی اثرات کی نشاندہی کر سکیں۔ اگرچہ قرآن کریم سے احکام کے استنباط کرنے میں فقہائے کرام نے قراءات متواترہ کے ساتھ بعض مسائل میں شاذہ قراءات کو پیش نگاہ رکھا ہے لیکن یہاں یہ بات ملحوظ خاطر رہنا ضروری ہے کہ متنوع قراءات قرآنیہ کی وجہ سے احکام فقہ میں اوامر و نواہی اور حلال و حرام میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یعنی اختلاف تضاد اور تناقض ممکن نہیں ہے کہ ایک ہی لفظ میں ایک قراءت کے مطابق کسی کام کے کرنے کا حکم دیا جا رہا ہو اور دوسری قراءت کے مطابق تقاضا ممانعت کا ہو رہا ہو یا ایک قراءت میں کسی چیز کو حلال اور دوسری قراءت میں حرام قرار دیا گیا ہو، بلکہ بعض مقامات پر ایک قراءت کا معنی دوسری قراءت کے معنی میں وسعت اور گہری مناسبت پیدا کر دیتا ہے۔ اور دونوں معانی کا انطباق ایک ہی ذات یا چیز پر ہو رہا ہوتا ہے۔

جیسا کہ سورت فاتحہ میں "مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ" میں دوسری قراءت "مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ" ہے۔⁽²⁷⁾ ایک قراءت کا معنی روز جزاء کا مالک اور دوسری قراءت کا معنی روز قیامت کا بادشاہ ہے۔ دونوں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں دونوں قراءتوں نے مل کر معنی و مطلب میں وسعت اور مزید نکھار پیدا کر دیا۔ اور بعض دیگر مقامات پر ایک قراءت دوسری قراءت کے ساتھ بغیر تضاد اور ٹکراؤ کے نیا فائدہ اور مختلف حکم ثابت کر رہی ہوتی ہے۔ اور کبھی دو قراءتوں کے درمیان ظاہری تعارض بھی واقع ہو جاتا ہے اس لیے فقہاء کے نزدیک کسی لفظ میں دو متواتر قراءتیں دو آیتوں کی طرح ہیں انہیں دل سے قرآن تسلیم کرنا اور ان کے مقتضی کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے اور ان کا معنی و مفہوم اس طرح بیان کیا جائے گا جس طرح کسی ایک مسئلہ میں نازل ہونے والی دو آیات کا بیان کیا جاتا ہے۔ اور اگر دو متواتر

قراءتوں میں ظاہری تعارض نظر آئے تو ان کے درمیان جمع و تطبیق کی کوئی صورت نکالنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح دو آیتوں کے درمیان ظاہری تعارض کی صورت میں نکالی جاتی ہے۔ بسا اوقات دو مختلف قراءات مختلف مسائل کے استنباط کا فائدہ بھی دیتی ہیں، مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقْرُؤْهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهَرْنَ⁽²⁸⁾ ”اور تم ان کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ پاک صاف ہو جائیں۔“

یعنی بیوی سے اس وقت تک جماع نہ کیا جائے جب تک اُسے حیض آنا بند نہ ہو جائے۔ قراءتِ حفص کے اعتبار سے بیوی سے جماع کے لئے حیض کے بند ہونے کے بعد غسل کی صورت میں طہارت ضروری نہیں، صرف حیض کا بند ہونا ہی کافی ہے جبکہ دوسری قراءت میں لفظ ”يَطْهَرْنَ“ کے سکون کے بجائے تشدید کے ساتھ ”يَطْهَرْنَ“ ہے۔⁽²⁹⁾ جس کا معنی یہ ہوگا کہ بیوی کے قریب جانے کے لئے حیض کا بند ہونا ہی کافی نہیں بلکہ غسل کرنا بھی ضروری ہے، چنانچہ دو مختلف قراءات سے الگ الگ مسائل کے استنباط سے یہ مترشح ہو رہا ہے کہ اس مسئلے میں تخفیف کا پہلو موجود ہے۔

دوسری مثال: اسلام میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب مال مسروقہ اسلام کے مقرر کردہ نصاب تک پہنچ جائے گا تو چور کا دایاں ہاتھ کاٹیں گے یا بائیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ نے جس آیت مبارکہ میں حدِ سرقہ بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا⁽³⁰⁾

یہ آئمہ عشرہ کی قراءت ہے، جو متواترہ ہے جس کی رو سے چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن یہ بیان نہیں کیا گیا کہ اس کا کون سا ہاتھ کاٹا جائے گا؟ لیکن فقہائے اُمت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب پہلی دفعہ کسی شخص پر چوری کا جرم ثابت ہو جائے اور چوری کا سامان بھی مقررہ نصاب تک پہنچ جائے تو چور کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اس مسئلہ میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس اجماع کی ایک دلیل قراءتِ شاذہ کا ورود ہے۔ یہ عبد اللہ بن مسعودؓ کی قراءت ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْمَانَهُمَا⁽³¹⁾

اس کا مطلب یہ ہے کہ قراءتِ متواترہ میں چور کا مطلق ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے اور یہ قید نہیں ہے کہ کون سا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ لیکن قراءتِ شاذہ دائیں ہاتھ کے کاٹنے کو متعین کر رہی ہے۔ گویا اس حکم کا مدار اجتہاد پر نہیں بلکہ نص پر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایسے بہت سارے مسائل ہیں، جن پر اختلاف قراءات کی بناء پر فقہی احکام پر اثرات مرتب ہوتے ہیں، خواہ ان مسائل کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات یا معاشرت یا اخلاقیات سے ہو، ہر شعبہ کے بہت سارے مسائل قراءات سے گہرا تعلق ہے اور قراءت ہی کی بناء پر بہت سارے مسائل کا حل پایا گیا ہے۔

قراءاتِ قرآنیہ کا نحوی قواعد پر اثرات

بعض متورین (روشن خیال طبقہ) جو علم القراءات کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتے وہ علم نحو و صرف کے قواعد پر قرآنی

قراءتوں پر حاکم بنادیتے ہیں اور ان کے خیال میں جو قراءت نحو و صرف کے قواعد کے خلاف ہو، اسے یہ کہہ کر رد کر دیتے ہیں کہ یہ قواعد عربیت کے خلاف ہے، اور یہ بہت بڑی جسارت ہے کہ غیر قرآن کو قرآن کریم پر حاکم بنادیا جائے، اور وحی پر مبنی قراءات کی صحت و سقم کا فیصلہ ایسے علوم سے کیا جائے جو سراسر انسانی سعی و کاوش کا نتیجہ ہیں، جبکہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا فرض یہ بنتا ہے کہ قواعد لغت کی تصحیح قراءات قرآنیہ سے کریں، اس کے برعکس قراءات کی تصحیح قواعد عربیت سے کرنا کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا، کیونکہ قواعد لغت کا انحصار قراءت قرآنیہ اور نصوص سنت پر ہے، اور قراءات کا دار و مدار سماع پر ہے اجتہاد و استنباط پر نہیں، متعدد صحابہ کرامؓ نے ان قراءات کا سماع نبی کریم ﷺ سے کیا، اور ان سے تابعینؓ نے اخذ کیا، اور تبع تابعینؓ تک ہوتا ہوا یہ علم ائمہ قراء تک پہنچا اور انہوں نے اسے آگے روایت کیا۔ لہذا علم قراءات کے سلسلہ میں ائمہ لغت یا علماء نحو کی تقلید نہیں کی جاسکتی، اس لئے کہ اس فن کا تمام تر دار و مدار رسول اللہ ﷺ سے سماع پر ہے، جیسا کہ حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں:

القراءة سنة متبعة أن يأخذ بالآخر عن الأول (32)

”فن قراءات لائق اتباع ایسی سنت نبویہ ہے جسے بعد میں آنے والا اپنے پیشرو سے اخذ کرتا ہے۔“

یہ بات ذہن نشین ہو جانی چاہیے کہ قراء کرام کی قراءات کا دار و مدار نحوی قواعد یا فقہی مسائل کی طرح اجتہاد اور قیاس و استنباط پر نہیں ہے بلکہ قراءات قرآن صرف رسول اکرم ﷺ سے سماع پر موقوف ہے ہیں۔ شیخ عبد العظیم زرقانی لکھتے ہیں:

”علماء نحو نے اپنے نحوی قاعدے قرآن کریم، کلام رسول (حدیث نبوی ﷺ) اور کلام عرب سے حاصل کئے ہیں۔ لہذا جب معتبر اور مقبول روایت کے ساتھ قرآن کی قرآتیت ثابت ہو جائے تو وہی علماء نحو بنائے ہوئے قواعد کا فیصلہ کرے گی۔ اور ان پر لازم ہے کہ وہ اپنے قواعد کی تصحیح کے لئے کلام اللہ (قرآن کریم) کی طرف رجوع کریں، یہ نہیں ہو سکتا کہ ان کے بعض خلاف قرآن بنائے ہوئے قواعد کو قرآن کریم پر حاکم بنادیا جائے، ورنہ اس طرز عمل سے اس اصول کا ترک لازم آئے گا جس کا لحاظ کرنا ضروری ہے اور یہ آیت قرآنی کے خلاف ہوگا۔“ (33)

قاعدہ

تمنی یا ترجی کے جواب میں فعل مضارع پر فاعل آجائے تو اس فاعل کے بعد ”أَنْ“ مصدر یہ مقدر ہوتا ہے جو فعل مضارع کو نصب دیتا ہے۔ (35) جبکہ حفصؒ کے علاوہ باقی قراء کرام فاعل کو عاطفہ بناتے ہیں اور ”أَبْلَغُ“ پر عطف ڈالتے ہوئے ”فَاعْلَیْ“ کو مرفوع پڑھتے ہیں۔ (36)

اسی طرح امام عاصم رحمہ اللہ نے سورۃ عبس کی آیت ”وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ يَزْكَىٰ * أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعُ الذِّكْرَىٰ“ (37) میں ”فَتَنْفَعُ“ منصوب پڑھا ہے کیونکہ اس میں مضارع پر فاعل ”لَعَلَّ“ کے جواب میں ہے، اور یہاں بھی فعل مضارع پر فاعل کے بعد ”أَنْ“ ناصبہ مقدر ہے۔ جبکہ عاصم رحمہ اللہ کے علاوہ باقی قراء نے ”يَزْكَىٰ“ پر عطف ڈالتے ہوئے ”فَتَنْفَعُ“ کو مرفوع پڑھا ہے۔

قاعدہ

اسی طرح علماء نحو کے ہاں یہ قاعدہ بھی معروف ہے کہ افعال ر جہاں ”ظن، حسب، خال اور نعم“ کے بعد فعل مضارع پر آنے والا ”اُن“ ناصبہ بھی ہو سکتا ہے اور محقق من المشقلہ بھی، اور دوسری صورت میں فعل کو مرفوع پڑھا جائے گا۔ اور یہ قاعدہ سورۃ المائدہ کی آیت ”وَحَسْبُواْ اَلَّا يَكُوْنُ فِتْنَةً“ (سورۃ المائدہ: ۱۷) سے لیا گیا ہے، کیونکہ اس آیت میں ابو عمرو بن علاء، حمزہ اور الکسائی نے ”تکون“ کو رفع سے پڑھا ہے، اور ”اُن“ کو محقق من المشقلہ بنایا ہے، جبکہ ان کے علاوہ باقی قراء نے ”تکون“ کو نصب سے پڑھا ہے اور ”اُن“ کو مصدر یہ (ناصبہ) بنایا ہے۔ یاد رہے کہ کلام عرب میں ”اُن“ چار اقسام پر ہے:

- ۱۔ اُن مصدر یہ جو فعل مضارع کو نصب دیتا ہے، اور یہ معروف ہے جیسے: ”اُرِيدُ اَنْ تَخْرُجَ“
- ۲۔ اُن محقق من المشقلہ: اور یہ افعال شک و یقین کے بعد آتا ہے جیسے: ”عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضًى“ (المزمل: ۲۰)
- ۳۔ اُن تفسیر یہ اور یہ ایسے فعل کے بعد آتا ہے جو قول کے معنی میں ہو جیسے: ”وَلَنَذْنَبُهُ اَنْ يَّكِيْرَ بِنِعْمٍ“ (الصافات: ۱۰۴)
- ۴۔ اُن زائدہ اور یہ تین مقامات میں تاکید کے لئے زائد آتا ہے:

(۱) ”لَمَّا“ کے بعد جیسے ”فَلَمَّا اَنْ جَاءَ الْبَشِيْرُ“ (یوسف: ۹۶)

(۲) قسم اور ”لو“ کے درمیان جیسے ”وَاللّٰهُ اَنْ لَوْ قَتَلَ قَتْلًا“

(۳) کاف جارہ اور اس کے مجرور کے درمیان بھی اُن زائدہ آتا ہے جیسے ”كَانَ ظَلِيْمًا“ (38)

ذکر کردہ چند مثالوں سے یہ بات ثابت کرنا مقصود ہے کہ قواعد لغت قراءات قرآنیہ سے اخذ کیے گئے ہیں، اور قراءات ان قواعد سے مقدم ہیں، اس لیے قراءات کو قواعد پر حاکم بنانا اور ان کی صحت و سقم کا فیصلہ قراءات سے کرنا جو قاعدہ ان کے مطابق ہو اسے قبول کرنا اور جو خلاف ہو اس میں ترمیم کر کے قراءت قرآن کے موافق بنانا ہی قرین قیاس ہے، اس کے برعکس قواعد عربیہ کو قراءات پر حاکم بنادینا اور قراءات کی صحت و سقم کو قواعد لغت کے تابع بنادینا تو ایسے ہی ہے جیسے فروع کو اپنے اصول پر حاکم بنادیا جائے اور یہ درست نہیں بلکہ عدل و انصاف کے اصول کے خلاف ہے۔ لہذا قراءات کو قواعد سے پرکھنا بھی علمی دیوالیہ پن کی علامت ہے۔

قراءات قرآنیہ کا عقیدہ کے مسائل پر اثرات

توحید کا ثبوت مختلف طریقوں سے: مثلاً ”مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ“ میں پہلی قراءات اسم فاعل کے وزن پر ”مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ“ ہے یہ قراءات عاصم، کسائی، یعقوب اور خلف العاشر سے نقل کی گئی ہے۔ دوسری قراءات ”مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ“ الف کو گرانے اور ”خَبِرَ“ کے وزن پر عاصم، کسائی، یعقوب اور خلف العاشر کے علاوہ باقی قراء سے نقل کی گئی ہے۔ (39)

استدلال

(۱) اگر (ملک) اسم فاعل کے وزن پر پڑھیں تو اس کا مطلب ہو گا کہ اللہ تعالیٰ ایسا بادشاہ اور حاکم مطلق ہے جو اپنی تمام

مملوکہ اشیاء میں اپنی منشاء سے تصرف کرتا ہے، اور قیامت کے دن کرے گا جس دن کسی کو کسی چیز میں تصرف کرنے اور حکم چلانے کی اجازت نہ ہوگی۔

(۲) اگر ملکہ ہو تو مفہوم یہ ہو گا کہ ایسا حاکم جو اپنی ملکیت میں اوامر و نواہی کے ساتھ تصرف کرے۔ یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دنیا کے دیگر بادشاہوں کی بنسبت ارفع و اعلیٰ اور عزت و تکریم میں ہو گا جبکہ یہ دنیا کے بادشاہ اور حکمران دنیا کے برعکس (ذلیل و خوار) ہوں گے۔

قراءات قرآنیہ کے اعجاز کا افعال عباد میں اثر

قراءات قرآنیہ کا افعال عباد میں گہرا اثر ہے۔ اگر قرآن کریم کے ایک لفظ کو پڑھ کر کسی کم فہم شخص کے ذہن میں کوئی اعتراض اٹھتا ہے تو اس کو یا تو اسی قراءت سے جواب دیا جائے گا، یا پھر کسی دوسری قراءت سے اس لفظ کا معنی کھل کر سامنے آجائے گا اور معترض کے اعتراض کا جواب بھی مل جائے گا۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ کا فرمان: قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا⁽⁴⁰⁾ اب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں دو قراءتیں ہیں۔

(۱) ”لَا هَبَ“ ہمزہ کے ساتھ یہ باقی قراءت ہے۔

(۲) ”لِيَهَبَ“ ”یا“ کے ساتھ یہ ورش، ابو عمرو، یعقوب اور قالون کی قراءت ہے۔⁽⁴¹⁾

درج بالا دو قراءتوں کی توجیہ

پہلی قراءت کی توجیہ: جو قراءت ہمزہ ”لَا هَبَ“ کے ساتھ ہے یہ ایک ظاہری اشکال کا جواب ہے۔ اشکال یہ ہے کہ اولاد دینے والا تو مالک کائنات ہے جو کہ بے اولادوں کو اولاد ہبہ کرتا ہے۔ لیکن اس آیت کریمہ میں جبریل علیہ السلام وہیت اولاد کی نسبت اپنی طرف کر رہے ہیں۔

جواب: جبریل علیہ السلام کا ”لَا هَبَ لَكِ“ کہنا مجاز عقلی کے طریق سے ہے نہ کہ معنی حقیقی کے اعتبار سے۔ گویا ”لَا هَبَ لَكِ“ کہنے سے ایک وہیت اولاد کے سبب کی طرف اشارہ کر دیا جو کہ جبریل علیہ السلام ہیں۔ اور فعل کی نسبت سبب کی طرف کرنا عام ہے۔ قرآن کریم میں اس کی کثرت سے مثالیں ملتی ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا بتوں کے بارے میں یہ فرمان ہے:

رَبِّ إِنِّي أَضَلَّلْتُ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ (ابراہیم: ۳۶)

دوسری قراءت کی توجیہ

دوسری قراءت ”لِيَهَبَ لَكِ“ ”یا“ کے ساتھ اس میں وہیت اولاد کی نسبت حقیقی واہب (جو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہے) کی طرف کی گئی ہے۔ اس وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ ”لِيَهَبَ“ ”یا“ والی قراءت اس بات کی صراحت کرتی ہے کہ اولاد دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جبریل علیہ السلام نہیں ہیں وہ تو سبب ہیں۔ یہی محل اتفاق ہے اہلسنت والجماعت کے ہاں۔ پھر دوسری قراءت اس لیے لائی گئی تاکہ

یہ ثابت کیا جائے کہ افعال کی نسبت مجازاً مخلوق کی طرف کرنا جائز ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے کوئی بندہ ایسا نہیں کر سکتا۔⁽⁴²⁾

قرآن کریم کا اسلوب بلاغی اور قراءات متواترہ کا اس پر اثر

ناقدین و قارئین اس بات سے روز روشن کی طرح آگاہ رہیں کہ تنوع قراءات اسلوب بلاغی کی ہی مختلف صورتوں میں سے ہے اور ان کا قرآنی اعجازات پر نمایاں اثر ہے۔ قرآن کریم واضح عربی زبان میں نازل ہوا اور ایسی قوم پر اثرات جو فصاحت و بلاغت اور بیان میں اپنائی نہیں رکھتے تھے۔ لیکن قرآن مجید نے اپنے بیان کے ساتھ ان کو حیران کر کے رکھ دیا اور کئی طرق سے ان کو مقابلہ سے عاجز و ناتواں بنادیا ان کی فصاحت و بلاغت بکھیرنے والی زبانی گنگ ہو گئیں حتیٰ کہ انہوں نے قرآن کریم کے اسلوب بیان کی انفرادیت کو تسلیم کر لیا۔ اس قرآن کا ہر کلمہ اپنے اندر ایک شیرینی اور مٹھاس رکھتا ہے اور اس کے مختلف خوشے ہیں جو لہلہا رہے ہیں اور اس کے موتی بکھرے ہوئے ہیں جو چننے کے قابل ہیں اور اس کے جملوں کا اول و آخر آپس میں مربوط ہے۔ ان تمام خوبیوں کی بنا پر اس کتاب نے ہدایت اور نور کے لیے عقل اور وجدان کی کھڑکیوں کو کھول دیا۔ اسی بناء پر علماء قرآن کے اعجازات کے اسرار کو تلاش کرنے لگے۔ ان اسرار میں سے ایک راز اعجاز بلاغی ہے بلکہ اکثر علماء کا خیال ہے کہ بلاغت کے اسالیب اور وسائل حقیقت میں یہی قرآن کے معجزہ ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے، چنانچہ امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”قراءات کتاب اللہ کی وجوہ اعجاز میں سے ایک وجہ ہے۔ ہر قراءت سے الگ مسئلہ ثابت ہونا اس کے جملہ فوائد میں سے ایک فائدہ ہے۔ کسی چیز کے اعجاز میں مبالغہ اس کے کم حروف اور زیادہ معانی میں ہوتا ہے، کیونکہ یہ ایک قاعدہ ہے کہ زیادتی الفاظ، زیادتی معانی کا فائدہ دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر قراءت بمنزلہ آیت کے ہے۔“⁽⁴³⁾

اسی بنا پر قراءات بلاغت کی وجوہ میں سے ایک ایسی وجہ ہے جو کہ واضح بیان کے ذریعے قرآن کے اعجاز کو ثابت کرتی ہے۔ ان تمام خصائص حسنہ کی وجہ سے قراءات کا بلاغت کے ساتھ ایک ناختم ہونے والا تعلق ہے۔

رسم عثمانی اور قراءات کے درمیان تعلق

نزول قرآن کے وقت سیدنا جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی راہنمائی فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں فلاں جگہ پر رکھا جائے اسی وجہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مصاحف عثمانیہ جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں لکھے گئے وہ اسی ترتیب پر لکھے گئے جو ترتیب لوح محفوظ میں موجود ہے۔ مصاحف عثمانیہ کے بارے میں یہ بھی ثابت ہے کہ وہ نقطوں، شکلوں سے خالی تھے اور حذف و اثبات اور فصل و وصل وغیرہ کے بارے میں مختلف تھے اور یہ مصاحف رائج قول کے مطابق ان سببہ احرف کے مطابق تھے جن پر قرآن نازل ہوا اور یہ بھی احتمال موجود ہے کہ یہ مصاحف ان قراءات کے مطابق تھے جو عرضہ اخیرہ میں باقی رہ گئی تھیں رسم عثمانی کے اعجازات میں سے ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ ایک ہی رسم سے تمام قراءات صحیحہ متواترہ پڑھی جاتی ہیں، چونکہ مصاحف عثمانیہ نقطوں اور زبر، زیر اور پیش سے خالی تھے اسی وجہ سے بعض دفعہ ایک ہی رسم میں ایک سے زائد قراءات سما جاتی تھیں۔ مثلاً: ”تَغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَتَكُمْ“

(البقرہ: ۵۸) اس میں تین قراءات ہیں۔

امام نافع اور امام ابو جعفر کی قراءت "يُغْفَرُ لَكُمْ خَطِيئَتَكُمْ" ہے، اور امام ابن عامر شامی کی قراءت "تُغْفَرُ لَكُمْ خَطِيئَتَكُمْ" ہے۔ اور باقی تمام قراءت کی قراءت "تُغْفَرُ لَكُمْ خَطِيئَتَكُمْ" ہے۔⁽⁴⁴⁾ اگر ان کا رسم رسم عثمانی کی بجائے، رسم قیاسی کے مطابق ہوتا تو اس سے بعض قراءات ساقط ہو جاتی جبکہ رسم عثمانی سے تمام قراءات صحیحہ متواترہ نکل آتی ہیں مثلاً: سورہ بقرہ: ۵۱ میں "وَإِذْ وَعَدْنَا" اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام ابو عمرو بصری، امام ابو جعفر اور امام یعقوب "وَعَدْنَا" جبکہ دیگر قراء کرام "وَعَدْنَا" پڑھتے ہیں۔⁽⁴⁵⁾ اس کو اگر "وَأَعَدْنَا" بالالف لکھ دیا جاتا تو "وَعَدْنَا" کی قراءت ساقط ہو جاتی، لیکن اس کے موجودہ رسم (رسم عثمانی) سے "وَعَدْنَا" ، "وَعَدْنَا" دونوں قراءات ہی پڑھی جا رہی ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ قراءات کا تفسیر، فقہ، بلاغت، نحوی قواعد اور رسم عثمانی کے ساتھ تعلق ہے اور متنوع قراءات کا ان علوم پر کیا اثرات ہوتے ہیں ان کی چند مثالیں اوپر گزر چکی ہے، اس لیے قرآن و سنت دونوں کے تحفظ کے لئے اس طرف توجہ دینا ہوگی ورنہ بیمار افکار کے حامل، اعترافی روش کے عادی اور فتنہ پرور محققین کیسے احادیث کو قرآن کریم کے مقابل لاتے ہیں اور پھر قرآن کریم کی اتھارٹی کا بہانہ بنا کر ذخیرہ احادیث سے ہاتھ صاف کرنے کا جواز تلاش کرتے ہیں۔ فتنہ انکار حدیث ہمیں کیوں سبق نہیں دیتا کہ علم قراءت کو پس پشت ڈالنا گویا کہ مذکورہ محققین کو کھلی چھٹی دینا ہے، تاکہ وہ قراءت کو "فتنہ عجم" کا نام دے کر اُسے مشکوک ٹھہرائیں اور پھر نصوص کے باہمی تعارض کو بہانہ بنا کر احادیث صحیحہ کا انکار کر دیں۔

حواشی و حوالہ جات

- (1) (سورہ بقرہ: 23)
- (2) الجصاص، امام ابو بکر الرزی الحنفی: أحكام القرآن، بیروت دار الکتب العلمیہ: ۲، ۳۴۵
- (3) الجصاص: حوالہ مذکور، ۲، ۳۴۶
- (4) (البقرہ: ۲۴۵)
- (5) ابن الجزری، شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد، النشر، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲، ۲۲۸، نیز مصحف القراءات العشر، سورۃ البقرہ: ۲۴۵
- (6) القیس، ابو محمد مکی بن ابی طالب: الکشف عن وجوہ القراءات السبع، بیروت مؤسسۃ الرسالہ، ۱، ۳۰۰
- (7) ابن الجوزی: زاد المسیر، ۱، ۲۲۱
- (8) ثناء اللہ پانی پتی: تفسیر مظہری، مترجم، کراچی: ایم ایچ سعید کمپنی، ۱، ۵۵۷
- (9) (البقرہ: ۱۱۹)
- (10) ابن الجزری: النشر، ۲، ۲۲۱

- (11) ابن خالویہ، ابو عبد اللہ الحسن بن احمد: التحف فی القراءات السبع، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ص ۳۶
- (12) احمد مختار عمر، الدكتور، عبد العال سالم مکرم: معجم القراءات القرآنیہ، ام ۱۰، ایران: انتشارات اسوة، 1191ء
- (13) ثناء اللہ پانی پتی: تفسیر مظہری، ام ۲۰۷، نیز آلوسی: روح المعانی، ام ۳۳۳
- (14) تھانوی، مولانا شرف علی: بیان القرآن، ملتان: ادارہ تالیفات اشرفیہ، ام ۶۵
- (15) القرطبی: احکام القرآن، ۹۲، ۲
- (16) (التوبة: ۸۰)
- (17) (المائدة: ۱۱۲)
- (18) ابن الجزری: النشر، ۲۵۶، ۲
- (19) ثناء اللہ پانی پتی: تفسیر مظہری، ۹۱، ۹۰
- (20) معجم القراءات القرآنیہ، ۲۳۸، ۲
- (21) تھانوی: بیان القرآن، ۷۳، ۷۲
- (22) آلوسی: روح المعانی، ۵۱، ۵۰
- (23) (النساء: ۱۲)
- (24) معجم القراءات القرآنیہ: 2، 116
- (25) (الجمعة: ۹)
- (26) التشری، مسلم بن الحجاج، المحدث الکبیر: صحیح مسلم، کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، ۸۵۷
- (27) ابن الجزری: النشر، 1، 271
- (28) (البقرة: ۲۲۲)
- (29) (النشر: 2، 80)
- (30) (المائدة: ۳۸)
- (31) معجم القراءات القرآنیہ: 2، 208
- (32) (السنن الکبری للبیہقی: ۳۸۵)
- (33) الزرقانی، علامہ عبد العظیم: مناهل العرفان فی علوم القرآن، بیروت: دار الکتب العربی، ام ۴۲۲
- (34) (سورة غافر: ۳۶، ۳۷)

- (35) (هدایہ النحو: 140)
- (36) (النشر: 2، 440)
- (37) (سورۃ عبس: ۳، ۴)
- (38) حجتہ القراءات ابو زرہ: ۳۳، ۲۳
- (39) النشر: ۱، ۲، فتح الوحید للسجادی: ۱۷۵
- (40) (مریم: ۱۹)
- (41) (ایزار المعانی: ۵۸۲، النشر: ۲، ۳۱۷)
- (42) (الکشف بکمی: ۸۶، ۸۷، روح المعانی: ۱۶، ۷۷)
- (43) السیوطی، امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر، الاقان فی علوم القرآن: ۲-۵۴
- (44) (النشر: ۲، 217)
- (45) (النشر: ۲، 237)